راجح جانب پر عمل کیا جائے۔ بلکہ استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ استخارہ ایک دعا ہے' جس کے ذریعہ سے بندہ حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں اسی کے اندر خیر ہو' اور جو کام میرے لیے خیر نہ ہو وہ کرنے ہی نہ دیجیے۔ پس جب وہ استخارہ کر چکے تو اس کی ضرورت نہیں کہ سوچے کہ میرے قلب کا زیادہ رجحان کس بات کی طرف ہے اور پھر جس بات کی طرف رجحان ہو اس پر عمل کرے' اور اسی کے اندر اپنے لیے خیر کو مقدر سمجھے' بلکہ اس کو اختیار ہے کہ دوسرے مصالح کی بنا پر جس بات میں ترجیح دیکھے اسی پر عمل کرے اور اسی کے اندر خیر سمجھے۔ شرح صدر نہ ہو' تو بھی جو کرے اس میں خیر ہو گا۔ حدیث میں شرح صدر کی شرط نہیں ہے۔ (طبقات الشافعیة ج ۵' ص ۲۵۸)۔

اس وقت میرے نزدیک بھی ذوقاً یہی اقرب معلوم ہوتا ہے جو طبقات شافعیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ نیز اصول شرعیہ میں سے ایک اصل سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ الہام شرعاً حجت نہیں۔ مشہور ہے کہ اس کے ذریعہ سے قلب میں ایسی بات کا اللہ کی جانب سے القا ہوتا ہے جس کے اندر خیر ہوتی ہے' لہٰذا اس القا پر ہی عمل کرنا چاہیے' چونکہ وہ القا الہام ہے اور اسی پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا' تو گویا الہام پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا۔ لہٰذا اگر استخارہ کے اس حاصل کو صحیح مانا جائے' تو الہام کا شرعاً حجت ہونا لازم آتا ہے' جو صحیح نہیں۔ استخارہ کا حاصل قلب میں اس بات کا القا ہوتا ہے جس میں خیر ہے اور خیر اسی میں ہے۔

فتح الباری میں عزالدین بن عبدالسلام کا قول نقل کیا گیا ہے: "آدمی وہ کرے جو اس کو زیادہ موافق اور قرین عقل لگے۔ ابن مسعودؓ کی بعض احادیث مین آخر میں ثم یعزم "پھر ارادہ پختہ کرے" کے الفاظ آئے ہیں۔ جابرؓ نے کہا ہے کہ حضورؐ ہمیں تمام کاموں میں استخارہ کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ بھی جن میں تردد ہوتا' وہ بھی جن میں نہ ہوتا۔

اس تحقیق مذکور کے ایک مدت بعد' ایک فاضل دوست نے جامع صغیر سیوطی کی ایک حدیث دکھلائی جس کے ظاہر الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ استخارہ کے بعد میلان قلب کا انتظار کیا جائے۔ وہ حدیث یہ ہے: "جب تجھے کوئی اہم معاملہ پیش آجائے تو اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کر' اس کام کو اپنا جس کی طرف تیرا دل رغبت کرے' بے شک بھتری اسی میں ہو گی۔ یہ حدیث تحقیق سابق سے متعارض ہے۔ جواب یہ ہے کہ واقعی ظاہراً باہم تعارض ہے۔ آگے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا اس حدیث کے ضعف کی بنا پر تحقیق سابق کو ترجیح دے جائے' یا اس حدیث کے الفاظ کی تاویل کی جائے۔ اولاً احقر کے ذہن میں یہی دو جواب آئے۔ اور ان دونوں جوابوں کو ضبط بھی کر لیا۔ مگر بعد ضبط کے شرح صدر نہیں ہوا اور جتنی دلیلیں ذہن میں آئی تھیں' سب مجروح و مخدوش معلوم ہوئیں۔ پھر حق تعالیٰ سے دعا کی۔ دعا کے بعد جو قلب پر وارد ہوا' اس کو لکھتا ہوں۔ وہ یہ کہ حدیث کے ظاہر الفاظ

سے ہٹ جانا خلاف اصول ہے۔ لہٰذا اس ظاہر کا قائل ہونا ہی متعین ہے۔ باقی تحقیق سابق کی ترجیح کی بنا تین امر تھے۔ ایک یہ کہ کسی حدیث میں دل میں القا کے انتظار کا ذکر نہیں۔ دوسرے یہ کہ بعض اوقات کسی شق کی ترجیح خیال میں نہیں آتی تو اس صورت میں استخارہ عبث ہوا۔ تیسرے یہ کہ اگر کسی شق کی ترجیح خیال میں آگئی تو اس پر عمل کرنا الہام پر عمل ہوا' جو شریعت میں حجت نہیں۔ مگر بعد تامل ان سب امور کا جواب سہل ہے۔ اول کا یہ کہ 'اس بارے میں بنیاد روایات کا ساکت ہونا ہے' مگر ناطق مقدم ہے ساکت پر' اور یہ حدیث ناطق ہے۔ دوسری کا یہ کہ 'یہ باعتبار اکثر کے ہے اور اس کے خلاف نادر ہے اور للاکثر حکم الکل اور النادر کالمعدوم کا اعتبار احکام کثیرہ میں کیا گیا ہے تو اس سے عبث ہونا لازم نہیں آتا۔ تیسری کا یہ کہ 'الہام کا حجت نہ ہونا اس معنی میں ہے کہ اس پر عمل واجب نہیں' یہ نہیں کہ جائز بھی نہیں۔ خود بعض احکام میں ارشاد ہے: استفت قلبک۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دل میں جو وارد ہوا' اس پر عمل جائز ہے' البتہ یہ شرط ہے کہ دونوں شقیں شرعاً جائز ہوں۔ باقی رہا حدیث کا ضعف' سو اگر تعارض ہوتا تو قوت سے ایک کو ترجیح دی جاتی' جب تعارض نہیں' جیسا اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ ناطق اور ساکت میں تعارض نہیں ہوتا' تو حدیث ضعیف کو دو میں ایک صورت کے لیے مرجح اور موید کہہ سکتے ہیں۔ اس کے نظائر احکام میں بکثرت ہیں۔ اس لیے اس باب میں قول مشہور ہی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم!

پس اقرب الی الادب و اجمع للدلائل یہ ہے کہ استخارہ کے بعد اگر کسی شق کا رجحان قلب میں آجائے تو اس پر عمل کرے' اور اگر کسی کا رجحان نہ ہو تو جس شق پر چاہے' عمل کر لے۔ اس تفصیل سے دونوں قولوں پر' اور بواسطہ دونوں قولوں کے سب دلائل پر بھی عمل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم!

احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں فصلیں دکھلا کر دوسرے علما سے بھی مشورہ کر لیا جائے۔ (۲ محرم ۱۳۵۸)

جو اپنے لیے' وہی دوسرے کے لیے

پیارے نبیؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن عرش کے نیچے سب سے پہلے جگہ پانے والے وہ ہوں گے جن کا فیصلہ دوسروں کے لیے وہی کچھ تھا جو اپنی جان کے لیے تھا۔ یہ ایک بہت مشکل امتحان ہے شاید دوسروں کے معاملے میں اتنا مشکل نہ ہو' لیکن میاں کی دوسری یا پہلی بیوی کے معاملے میں یہ سخت آزمایش کا باعث بن جاتا ہے۔ میں اس بارے میں اتنی پریشان ہوں کہ کبھی کبھی دل چاہتا ہے کاش میں کوئی پتھر ہوتی اور اس آزمایش میں نہ پڑتی۔ کیوں کہ گھر کے سامان' لباس اور دیگر چیزوں کے بارے میں تو الحمدللہ کبھی بھی مجھے فکر نہیں ہوئی بلکہ دل چاہتا ہے کہ ان کی ہر چیز مجھ سے بہتر ہو' زیادہ ہو تب بھی کوئی پروا نہیں۔ لیکن میاں کے سلوک اور قلبی تعلق کے معاملے میں' میں ہمیشہ ہی اس حدیث پر عمل کرنے

میں ناکام رہتی ہوں کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتی کہ قلبی تعلق و محبت کے معاملے میں میرے میاں ان کے ساتھ ویسے ہی ہوں جیسے میرے ساتھ ہیں۔ یہ نہیں کہ میں نے ان کا دل ہٹانے کی کوشش کی ہو' اللہ جانتا ہے اس سلسلے میں' میں اپنی استطاعت کے حد تک محتاط رہتی ہوں' لیکن دل پر میرا اختیار نہیں جو اس چیز کو پسند نہیں کرتا' اور اگر ایسی صورت حال پیش آ جائے تو باوجود اس کے کہ میں دل کو سمجھاتی ہوں اور اکثر کامیاب ہو جاتی ہوں کہ بہرحال ان کا بھی حق ہے اور میاں کو ان کا بھی اتنا ہی خیال رکھنا چاہیے لیکن کئی دفعہ اس سلسلے میں ناکام ہو جاتی ہوں اور دل میں ناراض رہتی ہوں۔

اللہ رب کریم ہمارا مواخذہ نہ کرے اور ہم سے آسان حساب لے۔ اپنے کرم اور اپنی رحمت سے نیکیوں میں سبقت حاصل کرنے کی توفیق دے۔ اسی سلسلے میں آپ کے مخلصانہ مشورے کی حاجت مند ہوں۔

آپ کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ دوسروں کے لیے وہی پسند کرنا جو آدمی اپنے لیے پسند کرے کوئی آسان کام نہیں۔ اور جب معاملہ سوکن' رقیب یا حریف کا ہو تو پھر تو بڑا ہی کٹھن ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے تاکید فرمائی ہے کہ "وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ، اِعْدِلُوْا" اور "اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ" اور "وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا"

آپ کو خود آپ کا دل صحیح مشورہ دے گا اور آپ کو صحیح راہ پر رکھے گا' عدل و انصاف پر بھی چلائے گا' افراط و تفریط اور غلو سے بھی بچائے گا' اپنے نفس سے ایسے مطالبات کرنے سے بھی جو نہ دین نے کیے ہوں نہ فطرت کے مطابق ہوں' اور خواہ مخواہ کی دل شکستگی اور مایوسی سے بھی' محفوظ رکھے گا ... اگر آپ چند باتیں سمجھ لیں اور دل میں رکھیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ بہت غفور و رحیم ہیں۔ ان کا ہر معاملہ سرتاسر شفقت و رحمت کا ہوتا ہے۔ ان کو ہمارے مواخذے یا سخت حساب کی کوئی خواہش نہیں۔ اسی لیے جو کچھ بھی پڑتی ہے — اچھی ہو یا بھلی —— تربیت اور کسب اجر کا ایک موقعہ ہے جو وہ عنایت کرتے ہیں۔ دوسرے' نہ وہ کوئی عمومی مطالبات ایسے کرتے' نہ خصوصی' جن کا پورا کرنا ہماری استطاعت سے باہر ہو۔ جو معاملات ہمارے بس میں ہیں' انھی پر مواخذہ ہے۔ جو بس میں نہیں' ان پر کوئی مواخذہ نہیں۔

۲۔ جو امور اختیاری ہیں انھی کا مطالبہ ہے' اور ان میں خطا و گناہ ہو جائے تو رنج ہونا اور ندامت ہونا ضروری ہے۔ استغفار بھی' اور اصلاح احوال کی کوشش بھی۔ جو امور غیر اختیاری ہیں' ان میں خطا پر خواہ مخواہ دل گرفتہ اور مایوس ہونا صحیح نہیں۔ ہاں' یہ قلب منیب کی صفت ہے کہ وہ ان پر بھی رجوع کرتا ہے' استغفار کرتا ہے' پھر اطمینان سے اپنی اطاعت شعاری کے کام میں لگ جاتا ہے۔

۳۔ آدمی کے سارے اعضا اس کے اختیار میں ہیں' سوائے دل کے۔ آپ کو زبان چلانے' ہاتھ پاؤں چلانے' کسی بھی انداز و رنگ سے بات کرنے کا اختیار ہے۔ لیکن دل میں کیا خیالات آتے ہیں' کیا جذبات آتے ہیں' کیا احساسات پیدا ہوتے ہیں' یہ آپ کے اختیار میں نہیں۔ اس لیے ان پر